چوتھاباب

امام کے پیچھے مقتدی قرآت نہ کرے

امام کے پیچھے مقتدی کوقرآن شریف پڑھنا سخت منع ہے مگر غیر مقلد وہابی مقتدی پرسورۃ فاتحہ پڑھنافرض جانتے ہیں۔اس ممانعت پرقرآن کریم احادیث شریفہ،اقوال صحابہ کبارعقلی دلائل بیشمار ہیں لہٰذا ہم اس باب کی دوفصلیں کرتے ہیں۔پہلی فصل میں اس ممانعت کا ثبوت اور دوسری فصل میں اس پرسوالات مع جوابات،رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

پہلی فصل

اس کے ثبوت میں

امام کے پیچھے مقتدی کوقرآن کی تلاوت کرنا منع ہے، خاموش رہنا ضروری ہے۔دلائل ملاحظہ ہوں قرآن شریف فرماتا ہے:

و اذا قری القراٰن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمونo (اعراف:۲۰۴)

ترجمہ: اورجب قرآن شریف پڑھا جاوے تواسے کان لگا کرسنواورخاموش رہوتا کہ رحم کیے جاؤ۔

خیال رہے کہ شروع اسلام میں نماز میں دنیاوی بات چیت بھی جائزتھی اورمقتدی قراءت بھی کرتے تھے۔باب چیت تواس آیت سے منسوخ ہوئی۔

وقوموالله قٰنتینo (بقرہ:۲۲۸)

ترجمہ: اورکھڑے ہواللہ کیلئے اطاعت کرتے ہوئے (خاموش)۔

چنانچہ مسلم نے باب تحریم الکلام فی الصلوة اوربخاری نے باب ماینهی من الکلام فی الصلوة میں حضرت زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

قال کنا نتکلم فی الصلوٰة یکلم الرجل صاحبهٗ وهوالیٰ جنبهٖ فی الصلوٰة حتی نزلت وقوموا لله قٰنتین فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلامo (لفظ مسلم)

ترجمہ: ہم لوگ نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے ہر ایک اپنے ساتھی سے نماز کی حالت میں گفتگو کرلیتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری وقوموا اللہ الخ پس ہم کو حکم دیا گیا خاموش رہنے کا اور کلام سے منع فرمادیا گیا۔

پھر نماز میں کلام تو منع ہوگیا مگر تلاوت قرآن مقتدی کرتے رہے۔ جب یہ آیت اتری تو مقتدی کو تلاوت بھی ممنوع ہوگئی۔

و اذا قرئ القراٰن فاستمعوا الخo (اعراف:۲۰۴)

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو غور سے سنو اور چپ رہو۔

چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں اسی آیت و اذا قرئ کی تفسیر میں ہے:

وجمهود الصحابة علیٰ انهٗ فی استماع المؤتمo

ترجمہ: عام صحابہ کرام کا فرمان یہ ہے کہ یہ آیت مقتدی کے قراءت امام سننے کے متعلق ہے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت و اذا قری کی تفسیر میں یاک روایت یہ نقل فرمائی:

وعن ابن مسعود انهٗ سمع ناسایقرء ون مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقهوا و اذا قرئ القراٰنo

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن پڑھتے سنا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ابھی تک یہ وقت نہ آیا کہ تم اس آیت کو سمجھو و اذا قرئ القراٰن الخ۔

تنویر مقباس فی تفسیر ابن عباس شریف میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے:

و اذا قرئ القراٰن فی الصلوٰة المکتوبة فاستمعوا لهٗ الیٰ قراء تهٖ و انصتوا لقرائتهٖo

ترجمہ: جب فرض نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اس کی قرأت کو کان لگا کر سنو اور قرآن پڑھے جاتے وقت خاموش رہو۔

ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اول اسلام میں امام کے پیچھے مقتدی قراءت کرتے تھے اس آیت مذکورہ کے نزول کے بعد امام کے پیچھے قراءت منسوخ ہوگئی اب احادیث ملاحظہ ہوں:

حدیث ۱: مسلم شریف باب سجود التلاوۃ میں عطاء ابن یسار سے مروی ہے:

انه سال زيد ابن ثابت عن القرائة مع الامام فقال لا قراء ة مع الامام فی شیءo

ترجمہ: انہوں نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی سے امام کے ساتھ قراءت کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے ساتھ بالکل قراءت جائز نہیں۔

حدیث۲: مسلم شریف باب التشہد میں ہے:

فقال له ابوبكر فحديث ابی هريره فقال هو صحيح يعنی واذا قرا فانصتواo

ترجمہ: ابوبکر نے سلمان سے پوچھا کہ ابوہریرہ کی حدیث کیسی ہے تو آپ نے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے یعنی یہ حدیث کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو بالکل صحیح ہے۔

حدیث۳: ترمذی شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

من صلی ركعة لم يقرا فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام هذا حديث حسن صحيحo

ترجمہ: جو کوئی نماز پڑھے اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ (یعنی تب نہ پڑھے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث۴: نسائی شریف میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله عليه وسلم انما جعل الامام ليوتم بهٖ فاذ اكبر فكبروا واذا قرء فانصتواo

ترجمہ: حضور نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

ہم حدیث نمبر ۲ میں مسلم شریف کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث۵: طحاوی شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

ان النبی صلی الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرائة الامام له قراءةo

ترجمہ: جس کا کوئی امام ہو تو امام کی تلاوت اس کی تلاوت ہے۔

حدیث۶ تا ۱۰: امام محمد نے موطا شریف میں امام ابوحنیفہ عن موسیٰ ابن ابی عائشہ عن عبداللہ ابن شداد عن جابر

ابن عبداللہ سے روایت کی:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراء ۃ قال محمد ابن منیع و ابن الھمام ھٰذا الاسناد صحیح علٰی شرط الشیخینo

ترجمہ: حضور نے فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی تلاوت اس کی تلاوت ہے۔ محمد ابن منیع اور امام ابن ہمام نے فرمایا کہ یہ اسناد صحیح ہے اور مسلم بخاری کی شرط پر ہے۔

یہ حدیث امام احمد، ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی نے بھی روایت کی (صحیح البہاری)

حدیث ۱۱: طحاوی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل بوجھہٖ فقال اتقرء ون و الامام یقرء فسکتوا فسئلھم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلواo

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور نے نماز پڑھائی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا امام کی قراءت کی حالت میں تم تلاوت کرتے ہو؟ صحابہ خاموش رہے، حضور نے تین بار یہ سوال فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا۔

حدیث ۱۲: طحاوی شریف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

من قرء خلف الامام فلیس علٰی فطرۃo

ترجمہ: جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ دین فطرت پر نہیں۔

حدیث ۱۳: دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

عن علی قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرا خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیکo

ترجمہ: ایک شخص نے حضور سے سوال کیا کہ میں امام کے پیچھے تلاوت کروں یا خاموش رہوں فرمایا خاموش رہو۔ امام تیرے لئے کافی ہے۔

حدیث ۱۴: دارقطنی نے حضرت شعبی سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاقراء ۃ خلف الامامo

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تلاوت جائز نہیں۔

حدیث ۱۵: بیہقی نے قراءت کی بحث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل صلٰوۃ یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلٰوۃ خلف الامام ؂

ترجمہ: انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جاوے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔

حدیث ۱۶ تا ۱۷: امام محمد نے مؤطا میں عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

قال لیت فی فم الذی یقرء خلف الامام حجر ؂

ترجمہ: جو امام کے پیچھے تلاوت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔

حدیث ۱۸ تا ۲۴: امام طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس، جابر ابن عبداللہ، حضرت علقمہ، حضرت علی مرتضٰی، حضرت عمر وغیرہ ہم صحابہ کرام سے مکمل اسنادوں سے روایات پیش کیں کہ یہ تمام حضرات امام کے پیچھے قراءت کے سخت خلاف تھے ان میں سے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں آگ ہو۔کوئی فرماتے ہیں اس کے منہ میں پتھر ہو کوئی فرماتے ہیں وہ فطرت کے خلاف ہے۔اگر ہم کو اس رسالہ کے بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ تمام روایات یہاں نقل کرتے ان کے علاوہ قراءت خلف الامام کے خلاف بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں سے ہم نے صرف ۲۴ پر کفایت کی۔

اگر کسی کو ان کے مطالعہ کا شوق ہو تو طحاوی شریف، مؤطا امام محمد، صحیح الباری، ہمارا حاشیہ بخاری نعیم الباری وغیرہ کتب کا مطالعہ کرے۔

عقلی دلائل: عقل بھی چاہتی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے تلاوت نہ کرے چند وجوہ سے:

(۱) نماز میں جیسے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ایسے ہی سورۃ ملانی بھی ضروری ہے، مسلم شریف میں ہے:

لاصلٰوۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدا ؂

ترجمہ: اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ اور کچھ اور نہ پڑھے۔

غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ نہ پڑھے تو چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ بھی نہ پڑھے کہ جیسے سرۃ

میں امام کی قراءت کافی ہے۔ایسے ہی سورۃ فاتحہ میں بھی کافی ہے۔

(۲) جو کوئی رکوع میں امام کے ساتھ مل جاوے اسے رکعت مل جاتی ہے۔اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنی لازم ہوتی تو اسے رکعت نہ ملنی چاہئے تھی۔دیکھو اگر یہ شخص تکبیر تحریمہ نہ کہے یا تکبیر تحریمہ کے ساتھ ایک تسبیح کے بقدر قیام نہ کرے بلکہ سیدھا رکوع میں چلا جاوے تو اسے رکعت نہ ملے گی کیونکہ تکبیر تحریمہ اور قیام،مقتدی پر فرض ہے،تو ایسے ہی اگر اس پر سورۃ فاتحہ فرض ہوتی تو اس کے بغیر رکعت نہ ملتی۔معلوم ہوا کہ امام کی قراءت اس کے لئے کافی ہے۔جب اس مقتدی کے لئے قراءت ساقط ہوگئی تو چاہئے کہ دوسرے مقتدیوں سے بھی ساقط ہو۔

(۳) اگر مقتدی پر قراءت فاتحہ بھی ہو اور آمین بھی تو بتاؤ کہ اگر امام مقتدی سے پہلے سورۃ فاتحہ سے فارغ ہو جاوے تو یہ مقتدی جو ابھی فاتحہ کے بیچ میں ہے آمین کہے یا نہ کہے تو اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے یا نہ کہے جو بھی جواب دو حدیث دکھا کر دو۔نہ دو آمین جائز ہیں نہ فاتحہ کے بیچ میں آمین درست ہے۔

(۴) اگر مقتدی فاتحہ کے بیچ میں ہو اور امام رکوع میں چلا جاوے تو بتاؤ یہ مقتدی آدھی فاتحہ چھوڑ دے یا رکوع چھوڑ دے۔جو بھی جواب دو حدیث دکھاؤ اپنی عقل و قیاس سے جواب نہ دینا۔مشرق و مغرب کے علماء اہلحدیث کو اعلان عام ہے کہ ان سوالات نمبر ۲،۳،۴ کے جوابات تمام حضرات مل کر مشورہ کر کے دیں۔مگر شرط یہ ہے کہ حدیث صریح سے دیں۔محض اپنی رائے شریف سے نہ دیں۔انشاءاللہ نہ دے سکیں گے تو چاہئے کہ ضد چھوڑیں اور احناف کی طرح حکم قرآن وحدیث پر عمل کریں کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کیا کریں۔

(۵) شاہی دربار میں جب کوئی وفد جاتا ہے تو دربار کے آداب سب بجالاتے ہیں۔مگر عرض و معروض سب نہ کریں گے جو نمائندہ ہوگا وہ ہی کرے گا۔ایسے ہی باجماعت نمازی رب کی بارگاہ میں وفد کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں تو تکبیر،تسبیح،تشہد وغیرہ سب پڑھیں کہ یہ اس دربار کا سلامی مجرا ہے،سب ادا کریں۔مگر تلاوت قرآن جو عرض و معروض ہے،صرف قوم کا نمائندہ کرے یعنی امام۔

دوسری فصل

اس مسئلہ پر سوالات و جوابات

اس مسئلہ پر غیر مقلدین اب تک جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں ہم بفضلہٖ تعالیٰ ہر ایک نقل کر کے سب کے

جوابات علیحدہ علیحدہ دیتے ہیں اور جس سلیقے سے ان کے سوالات ہم نقل کررہے ہیں۔ انشاءاللہ اس طریقہ سے وہ بھی نہ کرسکیں گے رب تعالٰی قبول فرماوے۔

اعتراض ۱: آیت کریمہ و اذا قرئ القراٰن (اعراف:۲۰۴) میں قرآن سے مراد جمعہ کا خطبہ ہے، نہ کہ مقتدی کی نماز جیسا کہ بعض مفسرین نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا۔ لہٰذا خطبہ جمعہ کے وقت خاموشی ضروری ہے مگر مقتدی کا سورۂ فاتحہ پڑھنا منع نہیں۔

جواب: یہ غلط ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ مکیہ ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت ہے اور جمعہ کی نماز وخطبہ مدینہ منورہ میں بعد ہجرت شروع ہوئے پھر اس آیت میں خطبہ مراد کیسے ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر بفرض محال مان لو تب بھی چونکہ آیت میں خطبہ کی قید نہیں صرف قراءت قرآن کا ذکر ہے۔

لہٰذا یہ حکم سب کو شامل ہے کیونکہ آیت کے عموم کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ شان نزول کی خصوصیت کا۔ تیسرے یہ کہ جب خطبہ میں لوگوں کا بولنا حرام ہے حالانکہ سارا خطبہ قرآن نہیں بلکہ اس میں ایک دو آیات قرآن کی پڑھی جاتی ہیں تو امام کے پیچھے، جبکہ سارا قرآن ہی پڑھا جارہا ہے، خاموشی کیوں ضروری نہ ہوگی۔ تعجب ہے کہ آپ خطبہ جمعہ میں تو خاموشی ضروری کہتے ہیں۔ اور امام کے پیچھے نہیں۔

اعتراض ۲: آیت کریمہ و اذا قرئ (اعراف:۲۰۴) میں مشرکین مکہ سے خطاب ہے جو حضور کی تلاوت کے وقت شور مچاتے تھے آیت کا منشا یہ ہے کہ قرآن پڑھتے وقت دنیاوی باتیں کرکے شور نہ کیا کرو لہٰذا سورہ فاتحہ پڑھنا اس میں داخل نہیں۔

جواب: یہ بھی غلط ہے۔ آیت میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہے۔ کیونکہ کفار پر کوئی عبادت واجب نہیں۔ جب تک کہ ایمان نہ لائیں۔ قرآن سننا بھی عبادت ہے یہ ان پر بغیر ایمان لائے کیسے واجب ہوگی۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کے آخر میں ہے: لعلکم ترحمون o ''تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔'' قرآن سننے سے رحمت صرف مسلمانوں پر آتی ہے۔ کافر ایمان کے بغیر کوئی بھی نیکی کرے وہ رحمت کا مستحق نہیں۔

رب فرماتا ہے:

ومنھم من یستمع الیك و جعلنا علٰی قلوبھم اکنۃo (انعام:۲۵)

ترجمہ: یعنی بعض کفار آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے۔

دیکھو کفار کا کان لگانا مفید نہ ہوا۔اور فرماتا ہے:

وقدمنآ الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھبآء منثوراo (فرقان:۲۳)

ترجمہ: اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے، ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک غبار کے ریزوں کی طرح بنا دیا۔

اگر کافر سارا قرآن حفظ بھی کرے اور روزانہ تلاوت بھی کیا کرے، تب بھی ثواب کا مستحق نہیں۔ بغیر وضو نماز درست نہیں۔ بغیر ایمان کوئی عبادت قبول نہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا: وانصتوا (اعراف:۲۰۴) ''خاموش رہو۔'' خاموشی کے معنی یہ ہیں کہ نہ بات کرو نہ کچھ پڑھو اگر سورۃ فاتحہ پڑھتے رہے تو خاموشی کہاں ہوئی غرضیکہ یہ آیت نہ تو کفار کے حق میں نازل ہوئی نہ خطبہ جمعہ کے لئے، نمازیوں کو امام کے پیچھے قراءت سے روکنے کے لئے نازل ہوئی۔ چنانچہ بیہقی شریف میں حضرت مجاہد سے روایت کی:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الصلوٰۃ فسمع قراء ۃ فتی من الا نصار فنزلت و اذا قری القراٰن الخ o (بہاری)

ترجمہ: حضور ﷺ نماز میں قراءت فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک انصاری جوان کی قراءت سنی۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی و اذا قرئ۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اسناد کے ساتھ معاویہ ابن قرہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مغفل صحابی رسول سے اس آیت کے نزول کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

قال انمانزلت ھذہ الأیۃ و اذا قرئ القراٰن فی القراء ۃ خلف الامام اذا قرء الامام فاستمع لہ وانصت o (بہاری)

ترجمہ: یہ آیت و اذا قرئ الخ امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق نازل ہوئی لہٰذا جب امام قرأت کرے تو تم کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

اعتراض ۳: اگر تلاوت قرآن کے وقت سب کو خاموش رہنے کا حکم ہو تو مصیبت آجاوے گی۔ آج ریڈیو پر تلاوت قرآن ہوتی ہے جو تمام ملک میں سنی جاتی ہے۔ تو سب کو کاروبار کلام سلام حرام ہو جاوے گا۔ امام تراویح پڑھا رہا ہے ایک آدمی آیا جس نے ابھی فرض نہیں پڑھی وہ اس ہی مسجد میں فرض عشاء پڑھتا ہے۔ جہاں قراءت کی آواز آرہی ہے۔ یہ بھی حرام ہوگا۔ غرضیکہ یہ معنی امت کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہیں۔ (موجودہ وہابی)

جواب: ساری امت کا اجماع ہے کہ تلاوت قرآن سننا فرض کفایہ ہے نہ کہ فرض عین۔ اگر قاری کی قرأت ایک مسلمان بھی سن رہا ہے تو کافی ہے جیسے نماز جنازہ کہ اگر چہ سب پر فرض ہے مگر ایک کے ادا کرنے سے سب بری الذمہ ہو گئے۔ امام کے پیچھے سب مقتدی ایک شخص کے حکم میں ہیں۔ جیسے نماز جنازہ کی جماعت، لہٰذا مقتدیوں میں سے تو کوئی کلام سلام تلاوت نہیں کرسکتا۔ غیر مقتدی کے لئے ان مقتدیوں کا سن لینا کافی ہے۔ ہاں اگر سب لوگ کاروبار میں لگے ہوں کوئی نہ سن رہا ہو تو بلند آواز سے تلاوت منع ہے ایسے ہی ایک مجلس میں چند لوگوں کا بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا منع ہے یا تو ایک تلاوت کرے باقی سنیں یا سب خاموشی سے پڑھیں۔ اس کی تحقیق شامی وغیرہ کتب فقہ میں دیکھو۔ لہٰذا کوئی آفت ہے نہ مصیبت۔

اعتراض ۴: اس سے لازم آتا ہے کہ مکتب میں چند بچے ایک ساتھ قرآن شریف بلند آواز سے یاد نہیں کر سکتے پھر بھی مصیبت ہی رہی۔

جواب: وہاں تعلیم قرآن ہے تلاوت قرآن نہیں۔ تلاوت کا سننا فرض ہے نہ کہ تعلیم قرآن کا۔ اس لئے رب نے و اذا قرئ فرمایا اذا تعلم نہ فرمایا دیکھو رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاذا قرات القراٰن فاستعذ باللہ o (نحل:۹۸)

ترجمہ: جب تم قرآن پڑھو تو اعوذ باللہ پڑھ لیا کرو۔

تلاوت قرآن پر اعوذ پڑھنا چاہیۓ۔ مگر جب شاگرد استاد کو قرآن سنائے تو اعوذ نہ پڑھے کہ یہ تلاوت قرآن نہیں تعلیم قرآن ہے (شامی وغیرہ) ایسے ہی قرآن کریم خلاف ترتیب چھاپنا منع ہے۔ ترتیل و ترتیب چاہیۓ۔ مگر بچوں کی تعلیم کے لئے آخری پارہ الٹا چھاپتے بھی ہیں اور انہیں الٹا پڑھاتے بھی ہیں۔ تعلیم و قراءت کے احکام میں فرق ہوتا ہے۔ قرآن نے بھی تلاوت و تعلیم میں فرق کیا رب فرماتا ہے:

یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب و الحکمۃ o (آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: وہ نبی مسلمانوں پر آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں۔ اور انہیں قرآن و حکمت سکھاتے ہیں۔

اگر تلاوت اور تعلیم میں فرق نہیں تو یہاں ان دونوں کا ذکر علیحدہ کیوں ہوا۔

اعتراض ۵: آپ کی پیش کردہ حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ اور حدیث واذا قراء فانصتوا میں لفظ قرء

ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا، تو ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جب امام پڑھے تم خاموش ہو، کیا پڑھے قرآن یا کچھ اور، تو چاہئے کہ امام کے پیچھے سبحان، التحیات، درود وغیرہ کچھ نہ پڑھا جاوے کیونکہ امام جو پڑھ رہا ہے (موجودہ عقلمند وہابی)

جواب: اس کے دو جواب ہیں: ایک الزامی، دوسرا تحقیقی، الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر ایسے ہی لفظوں کے لغوی معنی کئے گئے تو آپ کو مصیبت پڑ جائے گی آپ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ حدیث کے معنی ہیں بات چیت یا قصہ کہانی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فبای حدیث بعدہٗ یومنون o (اعراف:۱۸۵)

ترجمہ: اس کے بعد اور کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

اور فرماتا ہے:

فجعلنٰھم احادیث o (سباء:۱۹)

ترجمہ: اور ہم نے ان قوموں کو قصے کہانیاں بنا دیا۔

تو اہل حدیث کے معنی یا تو ہوئے باتیں بنانے والا بکی یا قصے کہانیاں ناول پڑھنے سنانے والا۔ جناب یہاں حدیث کے اصطلاحی معنیٰ مراد ہیں۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وحی کے لغوی معنیٰ ہیں: اشارہ۔ اسلام کے معنی ہیں: فرماں برداری۔ کلمے کے معنی ہیں: لفظ۔

ان تمام معنی میں یہ الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔ کہو اب کہاں جاؤ گے سارا اسلام ہی ختم اور قرآن کے احکام ہی فنا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ نماز کے ذکر میں جب بھی لفظ قراءت بولا جاتا ہے تو اس سے تلاوت قرآن مراد ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں نماز کے چھ رکن ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع، سجدہ، التحیات میں بیٹھنا تو یہاں قیام کے معنی ناچنے کے لئے کھڑا ہونا۔ اور قراءت کے معنی ناول پڑھنا نہیں۔ ذرا سمجھ سے بات کیا کرو کیا اتنی سمجھ پر حدیث رسول سمجھنے کا دعویٰ ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

اعتراض ۶: مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب o

ترجمہ: اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے کہ اس کے بغیر نماز بالکل صحیح نہیں ہوتی۔ جیسے قیام و رکوع وغیرہ دوسرے یہ کہ سب پر فرض ہے۔ نمازی اکیلا ہو، یا امام مقتدی، حدیث میں کوئی قید نہیں۔

جواب: اس کے تین جواب ہیں: دو الزامی ایک تحقیقی پہلا جواب الزامی تو یہ ہے کہ یہ حدیث امام مسلم نے اس طرح نقل فرمائی:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعداo

ترجمہ: اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے۔

اور مؤطا امام مالک میں یہ ہی حدیث اس طرح ہے:

لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب و السورۃo

ترجمہ: نماز میں ہوتی مگر سورۂ فاتحہ سے اور ایک اور سورۃ سے۔

آپ کو چاہیئے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ بھی فرض جانو اور سورہ ملانا بھی۔ کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے بعض کا انکار ہے۔ دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ تمہاری پیش کردہ حدیث قرآن کے بھی خلاف ہے۔ اور ان حدیثوں بھی جو ہم نے پہلی فصل میں پیش کیں بلکہ تمہارے بھی مخالف ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

فاقرء وا ماتیسر من القراٰنo (مزمل:۲۰)

ترجمہ: جس قدر قرآن آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

پھر سورۂ فاتحہ پڑھنا کیسے فرض ہوسکتا ہے۔ نیز فرماتا ہے:

و اذا قرئ القراٰن فاستمعوا له و انصتواo (اعراف:۲۰۴)

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

پھر مقتدی امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس حکم ربانی کی مخالفت کیسے کرے۔ ہم بہت احادیث بیان کر چکے ہیں۔ جن میں ارشاد ہوا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ جب امام قراءت کرے تو تم چپ رہو وغیرہ۔

تم بھی کہتے ہو کہ جو رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا اسے رکعت مل گئی اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض تھی تو اس کے بغیر رکعت کیسے مل گئی۔ اس پر وضو و طہارت، تکبیر تحریمہ، قیام فرض رہا کہ اگر ان میں سے کچھ بھی چھوڑ کر رکوع میں شامل

ہو جاوے تو نماز نہ پائے گا۔ سورۂ فاتحہ کیسے معاف ہوگئی وہ فرض تھی۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس حدیث کے ایسے معنی کرنے چاہئیں جس سے قرآن و حدیث میں مخالفت نہ رہے، احادیث آپ میں ٹکرا نہ جائیں، کوئی اعتراض بھی نہ پڑے۔ وہ یہ کہ **لا صلوٰۃ** میں لانفی جنس ہے جس کا اسم تو ہے صلوٰۃ خبر پوشیدہ ہے یعنی ''کامل'' مطلب یہ ہوا کہ نماز بغیر سورۂ فاتحہ کامل نہیں ہوتی۔ مطلق قراءت بحکم قرآن فرض ہے اور سورۂ فاتحہ بحکم حدیث واجب جیسے:

لاصلوٰۃ الا بحضور القلب لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجدo

ترجمہ: نماز نہیں ہوتی مگر حضور قلب سے۔ جو مسجد کے قریب رہتا ہو اس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں۔

ان دونوں حدیثوں میں **لاصلوٰۃ** سے کمال نماز کی نفی ہے نہ کہ اصل نماز کی۔ ایسے ہی یہاں۔ پھر **لم یقرا** قراءت حکمی و حقیقی دونوں کو شامل ہے کہ امام اور اکیلے نمازی پر حقیقۃً فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر حکماً کہ امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔ ہماری پیش کردہ احادیث اس حدیث کی تفسیریں ہیں۔ یا یہ حدیث عام ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث اسی کی تخصیص کرتی ہیں۔ جنہوں نے مقتدی کو اس حکم سے خاص کردیا۔

اعتراض ۷: ترمذی شریف میں حضرت عبادہ ابن صاحب سے ایک حدیث مروی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

قال انی اراکم تقرء ون وراء امامکم قال قلنا بلیٰ قال لاتقروء وا الا بام القرآنo

ترجمہ: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے خیال میں تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا: سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔

اس حدیث میں صراحۃً ارشاد ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے اور دوسری سورت نہ پڑھے۔ یہ ہی ہم کہتے ہیں۔ عبادۃ ابن صامت کی یہ حدیث ابوداؤد نسائی بیہقی میں بھی ہے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں: ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ کیوں جناب جب مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض ہے تو اس مقتدی کو یہ رکعت بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کیسے مل گئی۔ اس کا جواب سوچو جو تم جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ دوسرے یہ کہ صرف عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوع نقل ہے جس میں حضور نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا حکم دیا لیکن اس کے خلاف حضرت جابر، علقمہ، عبداللہ ابن مسعود، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر حضرت

علی وعمر رضی اللہ عنہم سے بکثرت روایات منقول ہیں۔جن میں سے کچھ روایتیں ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے اور طحاوی شریف، صحیح البہاری شریف میں بہت زیادہ منقول ہیں تو حضرت عبادہ کی یہ روایت حدیث واحد ہے اور ان صحابہ کرام کی وہ روایات حدیث مشاہیر ہیں لہٰذا انہیں ترجیح ہے۔

تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث عبادہ قرآن کریم کے خلاف ہے قرآن نے تلاوت قرآن کے وقت خاموشی کا حکم دیا۔ہماری پیش کردہ احادیث کی چونکہ قرآن تائید کررہا ہے۔لہٰذا انہیں ترجیح ہے۔

چوتھے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے اور ان احادیث میں جو ہم نے پیش کیں۔ان کی ممانعت ہے۔نصوص میں مقابلہ ہو تو ممانعت کی نص کو ترجیح ہوتی ہے۔دیکھو غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے،فرشتوں کو اس کا حکم دیا گیا۔بلکہ شیطان اس غیر اللہ کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود کر دیا گیا۔مگر دوسری نصوص میں اس سجدے کی ممانعت کی گئی۔اب اس ممانعت پر ہی عمل ہے۔

پانچویں یہ کہ عبادہ ابن صامت کی یہ حدیث نہ تو بخاری نے نقل کی نہ مسلم نے ممانعت کی حدیث مسلم شریف میں موجود۔نیز امام ترمذی نے اسے نقل کرکے اسے صحیح نہ فرمایا۔بلکہ حسن کہا اور فرمایا کہ زیادہ صحیح کچھ اور ہے۔حوالہ ملاحظہ ہو۔ترمذی میں اسی تمہاری حدیث کے ساتھ ہے:

قال ابو عیسیٰ حدیث عبادۃ حدیث حسن و رویٰ ھٰذا الحدیث الزھری عن محمود ابن الربیع عن عبادۃ ابن الصامت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب وھٰذا اصح ٥

ترجمہ: ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ عبادہ کی یہ حدیث حسن ہے (صحیح نہیں)۔یہ ہی حدیث زہری نے محمود ابن ربیع سے انہوں نے عبادہ ابن صامت سے روایت کی کہ حضرت عبادہ نے فرمایا کہ جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔یہ ہی روایت زیادہ صحیح ہے۔

پتا لگا کہ زیادہ صحیح وہ الفاظ ہیں جن میں مقتدی کے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا ذکر نہیں۔تعجب ہے کہ آپ صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں ایک ایسی حدیث پیش کررہے ہیں جو قرآن کے خلاف،مشہور حدیثوں کے بھی خلاف اور امام ترمذی کے نزدیک صحیح بھی نہیں بلکہ حسن ہے اور اس کے خلاف زیادہ صحیح ہے۔جو الزام حنفیوں پر دیا کرتے ہو وہ خود بھی کررہے ہو۔

اعتراض ۸: اکثر صحابہ کرام کا عمل یہ ہی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ امام ترمذی اس حدیث عبادہ ابن صامت کے ماتحت فرماتے ہیں:

والعمل علٰی ھٰذا الحدیث فی القراء ۃ خلف الامام عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و التابعین o

ترجمہ: امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق اکثر صحابہ وتابعین کا اس حدیث عبادہ پر عمل ہے۔ جب اکثر صحابہ کا عمل اس پر ہے تو فاتحہ ضرور پڑھنی چاہئے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں: ایک یہ کہ امام ترمذی کا یہاں اکثر فرمانا اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ زیادہ صحابہ تو امام کے پیچھے پڑھتے تھے اور کم صحابہ نہ پڑھتے تھے۔ بلکہ اکثر معنی چند اور متعدد ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

وکثیر حق علیہ العذاب o (حج:۱۸)

ترجمہ: ان میں سے بہت پر عذاب مقرر ہو چکا۔

حق یہ ہے کہ زیادہ صحابہ قراءت خلف الامام کے سخت خلاف ہیں۔ حضرت زید ابن ثابت فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی (صحیح البہاری)۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کا منہ آگ سے بھر جاوے۔ (ابن حبان)۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں بدبو بھر جاوے (ابن حبان)۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں خاک (طحاوی شریف)۔ حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ فطرت پر نہیں (طحاوی)۔ حضرت زید ابن ثابت فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی (ابن جوزی فی العلل)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو امام کے پیچھے تلاوت کرے، کاش اس کے منہ میں پتھر (مؤطا امام محمد، عبدالرزاق)۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں انگارے ہوں (مؤطا امام محمد، عبدالرزاق)۔ حضرت عبداللہ ابن عمر خود بھی امام کے پیچھے تلاوت نہ کرتے تھے اور سختی سے منع بھی فرماتے تھے۔ کہتے تھے کہ امام کی قراءت کافی ہے (مؤطا امام محمد) یہ تمام روایات طحاوی شریف اور صحیح البہاری میں موجود ہیں یہ تو بطور نمونہ عرض کیا گیا۔ ورنہ اسی (۸۰) صحابہ سے منقول ہے کہ وہ

حضرات امام کے پیچھے قراءت سے سخت منع فرماتے تھے۔ دیکھو شامی، فتح القدیر وغیرہ۔ اگر بعض روایات میں آجاوے کہ ان میں سے بعض حضرت فاتحہ پڑھتے تھے تو یا تو ان کا پہلا فعل ہوگا جو بعد کو منسوخ ہوگیا۔ یا وہ روایات قابل ترک ہوں گی۔ کیونکہ قرآن کے خلاف ہیں۔

اعتراض ۹: یہ تمام روایات ضعیف ہیں (وہ ہی پرانا سبق)

جواب: جی ہاں اس لئے ضعیف ہیں کہ آپ کے خلاف ہیں۔ آپ کو ان کے ضعف کا الہام ہوا ہوگا۔ ہم ضعیف کے متعلق اس سے پہلے بہت کچھ عرض کر چکے ہیں کہ جرح مبہم معتبر نہیں۔ نیز امام صاحب نے جب یہ احادیث لیں اس وقت کوئی ضعیف نہ تھی بعد میں ضعف آیا۔ بعد کا ضعف امام صاحب کو مضر نہیں نیز چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو حسن بنا دیتی ہیں وغیرہ۔

اعتراض ۱۰: اگر امام آہستہ تلاوت کر رہا ہو، جیسے ظہر وعصر میں یا مقتدی بہت دور ہو کہ وہاں تک امام کی تلاوت کی آواز نہ پہنچتی ہو تو چاہئے کہ وہ سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ کیونکہ اب فاتحہ قرآن سننے میں حارج نہیں۔

جواب: یہ اعتراض جب درست ہوتا۔ جبکہ خاموشی صرف قرآن سننے کے لئے ہوتی۔ حالانکہ خاموشی کا علیحدہ حکم ہے اور سننے کا علیحدہ حکم۔ رب فرماتا ہے: فاستمعوا لہ وانصتو (اعراف:۲۰۴) یہ ایسا ہی ہے جیسے ارشاد باری ہے: اقیمو االصلوٰۃ واتو الزکوۃ جیسے زکوٰۃ کی فرضیت نماز کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ نماز سے علیحدہ مستقل فرض ہے ایسے ہی خاموشی مستقل ضروری چیز ہے۔ خفیہ نمازوں میں خاموشی ہے سننا نہیں۔ جہری نمازوں میں خاموشی بھی ہے اور سننا بھی۔

اعتراض ۱۱: جب مقتدی نماز کے سارے ارکان ادا کرتا ہے۔ جیسے تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع وغیرہ تو تلاوت بھی نماز کا ایک رکن ہے۔ وہ بھی ادا کرے۔ یہ کیا کہ سب ارکان ادا کرے ایک چھوڑ دے۔

جواب: اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جماعت کی نماز میں مسلمان وفد بن کر دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں جن کا نمائندہ امام ہوتا ہے۔ آداب شاہی قیام، رکوع، سجدہ اور تحیۃ وثناء سب عرض کریں گے مگر عرض و معروض یعنی تلاوت قرآن صرف ان کا نمائندہ ان سب کی طرف سے کرے گا۔ مقتدی پر اسی لئے تلاوت فرض نہیں بلکہ منع ہے۔ اس پر ادب سے خاموش رہنا بحکم قرآن کریم فرض ہے۔

اعتراض ۱۲: رکوع میں ملنے والے مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا معاف ہے۔ جیسا کہ مسافر پر چار رکعت والی نماز

میں دورکعت معاف ہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

جواب: الحمدللہ آپ قریباً حنفی ہوگئے بس یہی ہم کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا معاف ہے۔ جیسے مسافر پر دورکعتیں فرض کی معاف ہیں۔ کیونکہ امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ آپ نے مان لیا کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرا والی حدیث اپنے ظاہری عموم پر نہیں۔ بعض نمازی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ بس ہم یہ ہی سننا چاہتے تھے۔ آپ کے نزدیک خاص مقتدی مستثنیٰ ہیں۔ ہمارے نزدیک عام مقتدی۔ حدیث میں استثنا ماننے میں ہم اور آپ برابر ہوئے۔ صرف مقدار استثناء میں تھوڑی بحث رہ گئی۔ انشاءاللہ وہ بھی آپ مان جائیں گے، یہ جواب الزامی تھا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ شریعت میں نماز بعض صورتوں میں آدھی رہ جاتی ہے۔ جیسے سفر اور کبھی بالکل معاف ہو جاتی ہے۔ جیسے دائمی جنون اور عورت کی پلیدگی کی حالت۔ لیکن نماز کے شرائط وارکان کسی صورت میں معاف نہیں ہوتے۔ البتہ بعض مجبوریوں میں ان کا بدل کردیا جاتا ہے، بالکل معاف کبھی نہیں ہوتی۔ وضو کا بدل تیمّم اور قیام کا بدل قعود کردیا گیا مگر بغیر وضو کسی مجبوری سے بھی جائز نہ ہوئی۔ اگر مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا نماز کا رکن ہوتا تو اس کے چھوٹ جانے سے رکعت ہرگز نہ ملتی۔ معلوم ہوا کہ اس کے لئے امام کی قرائت بدل ہے۔ بس یہی ہم کہتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ کو سفر کی نماز پر قیاس کرنا بالکل بے عقلی ہے۔ دیکھو اگر نماز میں کوئی شخص رکوع میں شامل ہو تو واجب ہے کہ رکوع میں ہی عید کی تکبیریں کہے۔ نماز جنازہ میں جو کوئی آخری تکبیر میں ملے تو اس پر واجب ہے کہ پہلی تکبیریں کہہ لے۔ جب رکوع میں شامل ہونے والے پر تکبیرات عیدین معاف نہ ہوئیں اور آخر میں شامل ہونے والے پر نماز جنازہ کی تکبیریں معاف نہیں ہوتیں۔ تو اگر مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض تھی تو رکوع میں شامل ہونے پر کیوں معاف ہوگئی۔

اعتراض ۱۳: رکوع پانے والے پر اسی رکعت کا قیام معاف ہوگیا جو فرض تھا۔ تو اگر سورۂ فاتحہ معاف ہو جاوے تو کیا حرج ہے۔

جواب: یہ غلط ہے اس پر قیام معاف نہیں ہوا۔ ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر بقدر ایک تسبیح قیام کرے پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع کرے ورنہ نماز نہ ملے گی۔

اعتراض ۱۴: آیت کریمہ و اذا قرئ القراٰن الخ (اعراف:۲۰۴) مکی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور سورۂ فاتحہ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تو سورۂ فاتحہ پڑھنا اس آیت سے کیسے منسوخ ہوسکتا ہے۔ کیا مقدم آیت مؤخر آیت کی ناسخ ہوسکتی ہے۔ (بعض نئے وہابی)

جواب: یہ محض آپ کی رائے ہے آپ نے کوئی حوالہ نہ دیا۔ جب سورۂ فاتحہ مکی ہے اور نماز بھی مکہ معظّمہ میں فرض ہو چکی تھی۔ تو کیا وجہ ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ معظّمہ میں فرض نہ ہو۔ کیا فرضیت طہارت وضو بھی مدنی ہے۔ (دوسری بات یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نزول دوبار رہوا، مکہ مین بھی اور مدینہ میں بھی)